امتہ العزیز شہزاد

والعصر

وری اپنی نانی اور ماموؤں کے ساتھ رہتی ہے، اس کی ماں مرچکی ہے۔ گھر میں دو ماموں، ممانی اور ان کے بچے ہیں۔ ان میں آپس میں اچھے تعلقات ہیں مگر بڑی ممانی اسے پسند نہیں کرتی ہیں۔ عباد ان کا بیٹا ہے۔ جو وری کو چاہتا ہے۔

آتش جو سراپا اسرار ہے، وہ لوگوں کو اپنی گفتگو سے زیر کرتا ہے۔ اس کے بے شمار عقیدت مند ہیں۔

بی ذی ایک بے ہوش لڑکی کو لے کر آتش کے ہاں پہنچ جاتی ہے۔ آتش اپنے اسسٹنٹ خاقان کے ذریعے ڈاکٹر کو بلاتا ہے۔ نانی وری کو پڑھانے کی ذمہ داری عباد پر ڈال دیتی ہیں۔

لڑکی ہوش میں آتی ہے لیکن حواسوں میں نہیں۔ اپنا نام تک نہیں بتا سکتی۔ آتش کے گھر پولیس آجاتی ہے۔

پولیس کا نام سن کر بی ذی گھبرا جاتی ہے۔ آتش اسے پرسکون رہنے کا کہتا ہے۔ پولیس انسپکٹر امیر علی اپنے جونیئر فاروق احمد کے ساتھ آتے ہیں۔ وہ آتش کو تربیتی ورکشاپ میں مدعو کرتا ہے۔ فاروق احمد تھوڑا تلخ ہے۔

عباد، وری کو پڑھاتے ہیں شریفہ کو یہ پسند نہیں عباد کے دوست سر عیسیٰ وری کو پڑھاتے آتے ہیں، وری بتاتی ہے کہ وہ کمبائن امتحان دے رہی ہے، اور اسے ہر سبجیکٹ انتہائی مشکل لگتا ہے۔

فیروزہ کی بیٹی شونا کی شادی ہوئی ہے، اس میں بالی کا بھی نکاح کر دیا جاتا ہے، بالی انتہائی کم عمر ہے۔

شاکر فیروزہ کا بڑا بیٹا اپنے باپ کے حکم پر گھر تعمیر کروا رہے ہیں۔ ان کے والد بنگلہ دیش میں کاروبار کے سلسلے میں رہتے ہیں۔

فیروزہ کا چھوٹا بیٹا عامر بہت خودسر ہے۔ وہ عیسیٰ سے بہت چڑتا ہے۔ وہ ماں سے پیسے مانگتا ہے۔ انکار پر عیسیٰ کو بالکونی سے الٹا لٹکا دیتا ہے۔

وری کو سہراب سے ملنے کی خوشی اور گھبراہٹ ہوتی ہے عیسیٰ سمجھتا ہے کہ وہ امتحانات کی وجہ سے پریشان ہے۔

بی ذی کو آتش فون کر کے اطلاع دیتا ہے کہ وہ ٹی وی آن کر کے دیکھے علائنہ سے متعلق خبر آرہی ہے۔ پتا چلتا ہے کہ علائنہ کی لاش اس کے فلیٹ سے برآمد ہوئی ہے۔

وری پیپر دینے خوب تیار ہو کر جاتی ہے، اسے مفتاح چھوڑنے جاتا ہے، واشلہ کو یہ بات پسند نہیں آتی۔

رینا عامر سے کہتی ہے کہ عیسیٰ سے کہو کہ ایڈمیشن ٹیسٹ میں اس کے بھائی کو پاس کروا دے۔

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

سید صاحب کو جب سے عامر نے عیسیٰ کے متعلق بتایا تھا کہ وہ سگریٹ نوشی کرنے لگا ہے سید صاحب بہت پریشان تھے۔ وہ فیروزہ بیگم کو واپس پاکستان بھیجنے کی بات کرتے ہیں۔

وریٔ جلدی سے پیپر ختم کر کے سہراب کے ساتھ اس کی گاڑی میں بیٹھ کر چلی جاتی ہے۔

آتش چند روز کے لیے اسلام آباد جاتا ہے۔ خاقان دوسرے کاموں میں مصروف ہوتا ہے خولہ کو موقع مل جاتا ہے کہ وہ فون کرلے وہ فون کرتی دوسری طرف فون اٹھالیا جاتا ہے۔ وہ جواب نہیں دے پاتی۔ دوبارہ نمبر ملاتی ہے اس وقت کوئی اسے آواز دیتا ہے۔

شریفہ سہراب کی دعوت کرتی ہیں اور بظاہر اسے گھیر لیتی ہیں، وہ دل ہی دل میں ان کے بے وقوف بن جانے پر ہنستا ہے۔ فاروق احمد، امیر علی خان سے کہتا ہے کہ علائنہ خان کے قتل کے تانے بانے آتش کدہ سے ملتے ہیں۔

عامر، عیسیٰ سے پوچھتا ہے کہ اس نے اس کا کام کر دیا عیسیٰ کے منع کرنے پر وہ اسے ڈانٹتا ہے۔ فیروزہ عامر کو سخت سست کہتی ہیں اور عیسیٰ کو اپنے ساتھ لے جاتی ہیں۔ عیسیٰ واپس آتا ہے تو وہاں سے اس کا جرنل غائب ہوتا ہے۔

بی ذی اپنا پروموشنل ٹرپ کر کے واپس آتی ہے تو اس کے دوست پارٹی رکھتے ہیں پارٹی میں اس کو ایک فون آتا ہے۔ وہ علائنہ خان قتل کیس کے سلسلے میں بی ذی سے بات کرنا چاہتا ہے۔ بی ذی خوف زدہ ہو کر لائن کاٹ دیتی ہے۔

شاکر کی بیوی فرح عیسیٰ اور عامر کی بحث کو بیچ جا کر جھگڑے کی شکل میں شوہر تک پہنچا کر کہتی ہے کہ ہمیں اپنے بچوں کو اس ماحول سے بچا کر ... ہونا ہوگا۔ وہ اپنے بہنوئی سے کینیڈا یا امریکا جانے کے سلسلے میں

UUNovels.com

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

بات کا کہتی ہے۔
وریٰ ریڈ سوٹ میں سہراب سے ملنے آئی تھی وہ اسے اپنے گھر لے جانے کی بات کرتا ہے۔ وریٰ حامی بھر لیتی ہے۔ سہراب بہت خوش ہوتا ہے اسی وقت گاڑی کے سامنے عیسیٰ آجاتا ہے۔ وریٰ ڈر جاتی ہے۔
عامر بالیا سے مل کر ماں اور عیسیٰ کی شکایت کرتا ہے۔ بالی اپنی کم عمری کی شادی اور غصیل شوہر کی وجہ سے پہلے ہی ناراض تھی۔ وریٰ بھاگم بھاگ گھر پہنچتی ہے۔ گھر میں سب پریشان ہوجاتے ہیں۔ خاقان سر آتش سے اجنبی لڑکی کے فون اا استعمال کرنے کی شکایت کرتا ہے۔
نمبر نہ نوٹ کرنے پر آتش اسے سخت سست سناتا ہے۔
سہراب وریٰ کے بچ نکلنے پر غصہ ہوتا ہے۔ اسے فکر ہوتی ہے کہ عیسیٰ نے اپنے گھر والوں کو سب بتا نہ دیا ہو۔
وریٰ رجا سے بات کرتی ہے۔

اٹھائیسویں قسط

ابن سلیمان!
اے شکوہ وشکایات کے
نت نئے مضمون باندھنے والے......!
فریادی کن فیکون!!
تو کہو......
اپنی قوت گفتار پہ نازاں تمہاری
زباں آج یوں خاموش کیوں ہے؟
کیوں نگاہ شاکی نہیں؟
اور جگر پرسوز کیوں ہے؟
بدن یہ لرزاں؟
نوک مژگاں پہ نمی؟
اور دل مدہوش کیوں ہے؟
کہو ابن سلیمان؟
کچھ تو کہو؟
کچھ تو؟
''لیں......سر......''

زمین کی گردش تھم گئی تھی۔ اور آسماں دھواں دھواں تھا۔ بحر ساکت وجبل ریزہ ریزہ ہوکر فضا میں بکھر گئے تھے۔ کچھ تو...... کچھ تو ایسا ہوا تھا کہ جو اس کی آنکھیں یک ٹک ''سامنے'' دیکھ کر بھی یقین نہیں کر پا رہی تھیں۔
''لیں......سر......آپ......میں......مجھے پہچانے؟'' اشکوں کے اتھاہ سمندر سے ابھرنے والے ان چند بے ربط سے الفاظ میں نہ جانے کیا کیا کچھ پنہاں تھا۔
''پہچان......تو......میں......تمہیں تب بھی نہیں سکا تھا۔'' اس نے بارہا سوچا تھا کہ اگر وہ کبھی سامنے آئی تو اس کے احساسات کیا ہوں گے پر یہ کبھی گمان نہ کیا تھا کہ اسے مقابل پا کر وہ ہر احساس سے ماورا ہوجائے گا۔

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UUNovels.com

بالکل کسی بے روح جسم کی طرح..... سو وہ بے جان سے لہجے میں اٹک اٹک کر بولا تھا۔
"اور آج..... آج..... بھی بس دیکھ ہی رہا ہوں۔"
"سر پلیز....." وہ مضطربانہ دو قدم آگے بڑھ کر اس سے چند قدم فاصلے پر ایستادہ ہوتے ہوئے گداگروں کے سے لہجے میں بولی۔
"صرف ایسے دیکھیں مت..... کچھ بولیں..... کچھ تو کہیں؟"
"کیا کہوں؟" یہ محض دو لفظ نہیں..... وہ اشک تھے جو دل ہی دل میں کہیں رہ کر یوں منجمد ہوئے کہ اسے پتھر بنا گئے تھے۔
"کچھ بھی کہہ لیں۔" وہ بھنچی بھنچی سی آواز میں چلائی۔ "برا بھلا کہیں..... بددعا ہی دے دیں۔"
"اور میرے یہ سب کرنے سے کیا ہو جائے گا؟" اس نے بہت عجیب سے لہجے میں پوچھا تھا۔
اتنے عجیب لہجے میں کہ یک بیک پوری ہمت و بڑے حوصلے سے "خولہ" کا خول اتار پھینکنے والی "بدر الوریٰ ظفر" کو اپنی ساری قوت زائل ہوتی محسوس ہوئی۔ زبان خشک ہو کر تالو سے جا لگی اور حلق میں پھندے سے پڑنے لگے۔ اس سے اس معنی خیز سوال کا کوئی بھی جواب نہ بن پڑا تھا۔
تب ہی وہ چند ثانیے غبار آلود نگاہوں سے اس کے جواب کا منتظر رہنے کے بعد معاً ایک جھٹکے سے اٹھا اور فوراً سے پیش کتب خانہ عبور کر گیا۔ اور اسے روکنے کی خواہش میں وریٰ گھٹنوں کے بل زمین پر بیٹھتی چلی گئی۔ اور اب پورے کتب خانے میں اس کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

☆☆☆

"کہہ رہی ہے کہ بچوں کے پڑھنے کی کوئی جگہ نہیں، اس لیے اس کمرے کو اسٹڈی روم بنا رہے ہیں۔"
اسے اس پرشور چائے کے ڈھابے سے اٹھ کر گھر جانے کی ذرا بھی جلدی نہ تھی۔ سو بڑے اطمینان سے خوشبودار چائے کے گھونٹ بھرتا رہا اور اس کا ذہن..... وہ کسی پروجیکٹر کی طرح کبھی کہیں تو کبھی کہیں روشنی کی ایک مہین سی چادر پھیلا کر اس پر یکے بعد دیگرے کئی مناظر اسے دکھانے کا اہتمام بڑی مستعدی سے کرتا چلا جا رہا تھا۔ اور فی الوقت یہ منظر اس کے سامنے بچھی لکڑی کی معمولی سی سال خوردہ میز کی سطح پر روشن تھا کہ جس میں شونا، بالی، نغمی اور شانی فیروزہ کے کمرے میں براجمان آپس میں محو گفتگو تھیں۔ جب کہ وہ خود..... وہ صوفی صاحب کے مشورے پر چالیس دن اللہ کی راہ میں لگا کر لوٹا تھا۔ ماں سے دائمی جدائی کا غم اپنی جگہ پر اب وہ کسی حد تک سنبھل چکا تھا۔ سو روز مرہ کے معاملات میں دل چسپی لینے لگا۔ اور ابھی وہ بہت دن بعد گھر میں اکٹھی ہونے والی بہنوں سے ملاقات کی غرض سے فیروزہ کے کمرے میں داخل ہوا تھا تب ہی اس نے شونا کو کہتے سنا۔
"ہے..... ہے" بالی نے یہ سن کر لبوں پر چار انگلیاں رکھتے ہوئے جیسے حیرت آمیز ناگواری کا اظہار کیا۔
"اتنا کمرہ اور بھی تو ہے نے گھر میں..... اس کا پیچھا کیوں لے لی ہیں وہ؟"
"ٹھیک کہہ رہی ہیں آپ....." نغمی اپنی اب تک کی زندگی میں غالباً پہلی بار بالی سے مکمل اتفاق کرتے ہوئے بولی۔
"کمرہ تو شاکر بھائی جان کا بھی ہے، اسے اسٹڈی روم بنا لیں۔"
"اسے تو اس نے گیسٹ روم بنا لیا ہے۔" شونا نے ذرا ناپسندیدگی سے کہا۔ "اس کے میکے والے آئے دن آ کر وہیں تو رکتے ہیں۔"
"اور چھوٹا کمرہ؟" شانی نے پتا نہیں یاد دہانی کروائی تھی کہ ایک کمرہ وہ بھی تو ہے یا اللہ جانے سوال پوچھا

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

تھا۔ جس پر اس بار نغمی ترنت بولی۔
"وہ تو انہوں نے اپنے بیٹے کو دے دیا ہے۔"
"کیا ہوا؟" اس نے بہنوں کے چہرے سے مترشح ناگواری آمیز تفکر دیکھ کر استفسار کیا، وہ ان کے مابین جاری گفت گو سے ناواقف تھا۔
تب بالی نے اپنے مخصوص انداز سے رندھی ہوئی آواز میں اسے بتایا۔
"رینا اس کمرے کو پڑھائی کا کمرہ بنانے والی ہے نے۔ اب تم ہی بتاؤ نے بابو...... ہم کا کریں؟"
"کیا کریں کا کیا مطلب؟" وہ تو یہ سنتے ہی ہتھے سے اکھڑ گیا۔ "صاف صاف منع کریں انہیں اور کیا کریں گے۔"
"نہ بابا" وہ بدکی...... "ہم کاہے لینے لگے اس چونٹے (عامر) سے پنگا...... ابھی تو ہمیں ایہاں (یہاں) عزت سے بٹھار ہا ہے۔ کھلار ہا ہے۔ ایسا نہ ہو کہ خفا ہو کر ہم پر گھر کا دروازہ ہی بھیڑ مارے (بند کر دے)"
"کیوں ہو گا ایسا؟" وہ بولا۔ "آخر یہ گھر آپ سب کا بھی تو ہے۔"
"گھر تو ہمارا وہی ہے جہاں اب ہم رہتے ہیں۔" شونا گمبھیرتا سے بولیں۔ "پھر کیا فائدہ یہاں کے معاملات میں مداخلت کرنے کا۔"
"مجھے تو ویسے بھی انہوں نے منع کر رکھا ہے کسی کے بیچ میں بولنے سے۔"
شانی حفظ ماتقدم کے طور پر پہلے ہی بول اٹھی۔
تب اس نے بہت متاسف نگاہوں سے اسے دیکھنے کے بعد نغمی کی جانب نگاہ کی۔
"دیکھو بیسی" وہ غالباً اس کی نگاہوں کا مفہوم سمجھ چکی تھی تب ہی خاصی سنبھل کر مصلحت سے بولی۔ "ہاں ٹھیک ہے کہ ہم سب ہی ان کے اس ارادے پر دکھی ہیں، افسردہ ہیں مگر یہ بھی ہے کہ اعتراض کرنے کی صورت میں بدمزگی کا اندیشہ ہے سو میں تمہیں بھی یہی مشورہ دوں گی کہ جانے دو۔"
"امی تو جا ہی چکیں۔"
وہ ان مصلحت پسندوں کی مصالحت دیکھ کر حیران زیادہ ہوا تھا یا مغموم...... وہ خود نہیں جانتا...... مگر ایک بات سے واقف تھا کہ وہ یہ سب ہوتا دیکھ کر خاموش نہیں رہ سکتا...... سو بڑے واشگاف الفاظ میں بولا تھا۔
"اب ان کا کمرہ بھی یوں ہی جانے دوں...... نہیں...... یہ میں نہیں ہونے دوں گا۔"
☆☆☆
"آپ کیسے ہیں عباد بھائی؟"
وہ رات گئے گوشہ عافیت میں جمنے والی خوش گوار محافل تو اب بس خواب و خیال بن کر رہ گئی تھیں، ایک ایسا خواب جو وہاں کے مکین جاگتی آنکھوں سے اب بھی دیکھا کرتے تھے اور خیال جو ان کے اذہان سے کبھی محو ہوتا ہی نہ تھا...... اور ابھی ایسے ہی کسی خیال کے زیر اثر اب ہمہ وقت سنجیدہ رہنے والا مفتاح لڈو کی بساط بچھا کر بیٹھ تو گیا تھا مگر کسی اور کو پکارنے کی خواہش اس کے دل میں یوں نہ جاگی کہ سامنے بچھے اس مربع نما گتے میں اسے ماسوائے سیاہ کے، کوئی اور رنگ دکھائی ہی نہ دے رہا تھا۔
سو وہ چند ساعت اسے یوں ہی بے تاثر نگاہوں سے دیکھے گیا، بعد ازاں بس ایک دم ہی بہت بے دلی سے اسے لپیٹ کر ایک طرف کر دیا اور ابھی وہ لاؤنج سے اٹھ کر ٹیرس کی جانب بڑھا ہی تھا کہ معاً سائیڈ ٹیبل پر رکھا اس کا فون بج اٹھا...... اس نے اٹھا کر دیکھا...... عباد کا نمبر تھا۔
عباد نے آج بڑے دنوں بعد از خود اسے یاد کیا تھا۔ سو وہ اس امر کو خوش گوار تصور کر کے اپنی ساری یاسیت

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

ایک جانب کرتے ہوئے قدرے بشاش سے لہجے میں بولا۔
"جی رہا ہوں!" دوسری جانب سے ان کی نحیف وحد درجہ سنجیدہ سی آواز سنائی دی تھی۔ سو مفتاح کی ساری بشاشت آن واحد میں منہ چھپا کر کسی نامعلوم سمت نکل گئی۔ اور وہ خود چپ کا چپ رہ گیا۔
"بتاؤ نا مفتاح....." اس کی خاموشی پر بے چین سا ہو کر عباد نے استفسار کیا۔ "کوئی سراغ مل سکا اس کا؟"
مفتاح کی تو خواہش تھی کہ خود ساختہ جلاوطنی کاٹتے اس کے ماں جائے کو اس قیامت خیز واقعہ کی خبر نہ پہنچے مگر اب کیسے ممکن تھا؟
سو شریفہ نے اسے خود فون کر کے وری کا رشتہ طے ہو جانے سے لے کر ایک ایک بات نہ صرف نمک، مرچ بلکہ پورا گرم مسالہ لگا کر بتاتے ہوئے اس حرافہ سے اپنے معصوم لخت جگر کو بچانے کا سہرا بھی خود اپنے ہی سر باندھ لیا تھا۔ اور یہ سب سن کر ان کے معصوم لخت جگر پر کیا گزری؟ ظاہر ہے کہ یہ جاننے سے انہیں دل چسپی بھی نہ ہی ان کے پاس فرصت کہ ابھی تو بہتیرے کرنے والے اہم کام ان کی راہ تک رہے تھے۔ سو وہ تو یہ بھی محسوس نہ کر سکیں کہ اس کے بعد عباد نے پاکستان کال کرنا مکمل طور پر ترک کر دی تھی۔ یہ تو مفتاح تھا کہ جسے نہ صرف ان کے "اجاڑ" دے جانے والے دل کا بھرپور احساس تھا بلکہ وہ ان کے گوشہ عافیت سے رابطہ نہ کرنے کو ان کا صاف صاف احتجاج گردان رہا تھا سو اس نے از خود انہیں فون کر کے ان کی روزانہ کی بنیاد پر خبر گیری کو اپنا فرض تصور کر لیا تھا۔
پہلے پہل تو رابطہ قائم ہونے پر وہ یوں خاموش رہتے گویا ان کے پاس کہنے کو کچھ باقی نہ بچا ہو اور یہی حقیقت تھی کہ اب کہنے سننے کو واقعی ان کے پاس رہ ہی کیا گیا تھا۔ مگر ایک اور حقیقت یہ بھی ہے کہ واقعہ خواہ کتنا بھی دل خراش کیوں نہ ہو، حضرت انسان بہر حال نارمل ہو ہی جاتا ہے۔ سو وہ بھی شاید ہو ہی گئے تھے یا غالباً نہیں۔ کہ تب ہی تو سر دست ایک ایسا دقیق سوال مفتاح سے پوچھ لیا تھا کہ وہ ایک دم گڑبڑا گیا۔
"آں..... اب تک تو نہیں۔" وہ جواباً لڑکھڑاتے لہجے میں بولا۔ "مگر امید ہے کہ وہ جلد مل جائے۔"
"نہیں مفتاح....." وہ اس کے لہجے سے اس کا اصل جواب جان گئے تھے سو مغموم سے انداز سے اس کی بات درمیان ہی سے قطع کرتے ہوئے بولے۔ "مجھے اب کوئی امید نہیں۔"
اور سچائی بہر حال یہی تھی کہ وہ خود بھی تقریباً مایوس ہو چکا تھا مگر ان کے سامنے اس اظہار کی ہمت اس میں نہیں تھی۔
"کیا ہوا؟ خاموش کیوں ہو گئے؟" وہ غالباً یہ چاہتے تھے کہ مفتاح ان کی بات رد کر کے انہیں قائل کرنے کی کوشش کرے کہ وہ غلط سوچ رہے ہیں مگر.....
"آپ واپس کب آ رہے ہیں؟" مفتاح نے موضوع بدلتے ہوئے گمبھیرتا سے پوچھا۔
"پتا نہیں۔" وہ اچاٹ سے لہجے میں بولے۔ "اور پھر واپس آ کر کرنا بھی کیا ہے؟"
"آپ کا تو نہیں پتا کہ کیا کرنا ہے۔" مفتاح پر تپش سے لہجے میں بولا۔ "مگر مام کا بتا دوں..... وہ کل فرحی باجی سے آپ کے رشتے کی بات کرنے جا رہی ہیں۔"
"کیا انہیں اب بھی احساس نہیں کہ وہ میرے ساتھ کیا کر چکی ہیں؟" انہیں یہ جان کر حقیقتاً دھچکا لگا تھا تب ہی بے ساختہ غم زدہ سے لہجے میں بولے۔
"یہی تو افسوس ہے بھائی۔" مفتاح فون کان سے لگائے لگائے اب ٹیرس پر آ نکلا تھا۔ اور اس کی طیش میں ڈوبی آواز سناٹے میں دور تک جاتی تھی۔ "اور سچ کہوں تو مجھے لگتا ہے کہ جیسے یہ احساس وحساس ان کے اندر ہے ہی نہیں۔ ان میں صرف انا ہے۔ ضد بے پناہ گھمنڈ۔ اور یہی سب مل کر انہیں یقین دلا رہے ہیں کہ جو وہ چاہتی

TheUrduBooks.Com

ہیں ویسا ہو کر ہی رہے گا۔"

مفتاح بولتے بولتے آزردہ سا ہو گیا مگر اس بار جواباً وہ کچھ نہیں بولے۔ بس چند ثانیے توقف کے بعد اللہ حافظ کہہ کر فون رکھ دیا۔ تب مفتاح نے بھی فون کاٹا اور گہری اداسی سے سیاہ آسمان کو دیکھے گیا کہ جس کے کنارے غبار آلود سرخی میں ڈوب رہے تھے۔

نا جانے اب کس طوفان کی آمد آمد تھی۔

☆☆☆

"اور اگر وہ جو اس زندگی میں میرے سامنے نہ آئی، تو میں یہ یقین کر لوں گا کہ جیسے "وہ" ہے ہی نہیں۔"

وہ لڑکھڑاتے قدموں اور ساکت ذہن کے ہم راہ آتش کدے سے کسی طور پر چلتا باہر آ تو گیا مگر اسے محسوس ہو رہا تھا کہ جیسے اس کے جسم سے جان نکلی جا رہی ہو۔ اور جیسے..... جیسے وہ کہیں گر پڑے گا۔ اور وہ واقعی گر پڑا تھا..... منہ کے بل..... بڑے زور سے۔

"اگر وہ اس زندگی میں میرے سامنے نہ آئی، تو میں یہ یقین کر لوں گا کہ جیسے "وہ" ہے ہی نہیں۔"

مجہول حلیہ کے باعث اسے نشے میں دھت سمجھ کر کوئی بھی — "اٹھانے" کو آگے نہیں بڑھا تھا۔ اسے اگر اٹھنا تھا تو خود ہی اٹھنا تھا..... سو وہ چند ثانیے، فٹ پاتھ پر ماتھا ٹکائے یوں ہی پڑا رہا۔ پھر بدوقت تمام اپنے دونوں ہاتھوں پر زور ڈال کر اٹھا..... اور وہیں بیٹھ گیا۔

یہ فٹ پاتھ اس چوڑی سی گلی کے اختتام پر واقع ایک بنگلے کے ساتھ بنی تھی کہ جس کا باوردی چوکیدار اسے وہاں پر براجمان دیکھ کر چوکنا ہو گیا تھا۔ مگر اسے ان باتوں کا دھیان ہی کہاں تھا کہ وہ تو جیسے اس سمے کسی اور ہی جہاں کا مسافر ہو چکا تھا۔

ذلت، اذیت، کرب و رنج کے کون کون سے باب تھے جو آج ایک بار پھر کھل کر اس کے سامنے آ گئے تھے۔ اور ان ابواب کی ہر سطر دل خراش اور ہر لفظ جاں گسل تھا۔ اور وہ لہولہان ہوا جاتا تھا اس نظر کو یاد کر کے کہ جب وہ آخری بار اپنی حاجت لیے اس "بے نیاز" کے روبرو ہوا تھا۔

"تو میں یقین کر لوں گا کہ جیسے....."

"وہ ہے" اس بار سبک خرامی سے بہتی ہوا نے یہ جملہ مکمل ہونے سے قبل ہی ایک پل کو اس کے نزدیک ٹھہر کر بڑے وثوق سے سرگوشی کی تھی۔ وہ بہت زور سے چونک کر گویا عالم تنویم سے باہر نکلا۔

"وہ ہے" فٹ پاتھ کے ساتھ نصب درخت کے پتے مسکرا کر گویا ہوئے۔ اس نے بڑی حیرت سے انہیں دیکھا۔

"وہ ہے۔" رنگ برنگ پرندوں کا ایک غول اچانک ہی نمودار ہوا اور خوش الحانی سے گنگناتے ہوئے اس کے پاس سے گزرتا چلا گیا۔

"وہ ہے۔" سڑک پر بکھری خاک کے ذرے ذرے نے شور مچا دیا۔

"وہ ہے، وہ ہے" زمین آسمان پرند چرند الغرض ساری کی ساری فضا ایک آواز ہو کر اسی شہادت سے گونج اٹھی تھی اور یہ کیسی پراسرار واردات تھی کہ وہ ان سب ہی کو سن تو رہا تھا پر اب بھی یوں اپنی جگہ منجمد تھا گویا برف کا مجسمہ۔

"وہ ہے..... عیسیٰ..... وہ ہے۔" اب کی بار کوئی اس کے اندر سے بولا اور ساری برف پگھل گئی۔

"میں گواہی دیتا ہوں کہ وہ ہے۔" اس کے خشک لب پھڑپھڑائے تھے۔ وہ پھوٹ پھوٹ کر رو دیا۔

☆☆☆

TheUrduBooks.Com

''یہ ہوتا کون ہے مجھے منع کرنے والا، یہ میرا بھی گھر ہے۔''
کوئی جگہ کی تنگی کے باعث عقب سے گزرتے ہوئے اس کی پشت سے ٹکرا گیا تھا۔
نتیجتاً ہاتھ میں موجود پیالی سے گرم گرم چائے چھلک کر اس کی پتلون کو داغ دار کرتے ہوئے اس کی ران کو جلا گئی۔ پر اسے زیادہ تکلیف یوں محسوس نہ ہوئی کہ اس سے زیادہ تکلیف دہ منظر تو وہ تھا کہ جب وہ عامر سے فیروزہ کے کمرے کو اسٹڈی روم نہ بنانے کی بابت الجھ رہا تھا اور کوئی اس کا ساتھ دینے والا نہ تھا۔
''جس کے کمرے کو آپ دو ہی دن میں اجاڑنا چاہتے ہیں، اس کا بیٹا۔'' وہ بے خوفی سے دوبدو تھا۔ عامر بپھر گیا۔
''ہاں تو وہ میری بھی ماں تھیں، تم زیادہ سگے مت بنو۔''
''بات زیادہ سگے بننے کی نہیں۔'' وہ بولا۔ ''اس احساس کی ہے جو ان کے کمرے سے جڑا ہے اور جو آپ کو محسوس نہیں ہو رہا۔''
''احساس ہے مجھے۔'' سامنے موجود بہنیں ٹکر ٹکر اس کی صورت دیکھ رہی تھیں اور اس نے دیکھا کہ عیسیٰ کی اس بات پر سب ہی کی آنکھوں میں خاموش تائید کے رنگ جھلکتے تھے سو وہ لہجے کو آزردہ سا بنا کر بولا۔
''پر اپنے بچوں کی وجہ سے مجبور ہو گیا ہوں۔'' وہ کہاں بیٹھ کر پڑھیں گے؟''
''گھر میں اور بھی کمرے ہیں۔''
''کہاں ہیں کمرے؟'' وہ تیز ہوا پھر خود پر قابو پا کر بولا۔ ''ایک گیسٹ روم ہے، دوسرا شاہا کا کمرہ۔ اور تیسرا تمہارا..... اب بتاؤ..... کسے کمرہ بدر کروں؟''
''جانے دو عیسیٰ۔'' شونا بولیں۔ ''پھر اب جھگڑے کا فائدہ بھی کیا ہے۔ امی تو چلی گئیں کمرہ یونہی خالی پڑا ہے۔ بچوں کے کام آجائے تو ہرج ہی کیا ہے۔''
''وہ کمرہ خالی نہیں ہے باجی..... وہ عجب انداز سے ہنس کر گھمبیرتا سے بولا۔ ''پر افسوس کہ آپ سب کو خالی لگ رہا ہے۔''
''پاگلوں جیسی باتیں کرتا ہے۔'' عامر نے دانت پیسے۔ ''میں عاجز آ گیا ہوں اس سے۔''
''ٹھیک ہے تو پھر تم اپنا کمرہ انہیں دے کر خود امی کے روم میں شفٹ ہو جاؤ۔''
نعمی نے یقیناً جھگڑا ختم کروانے کی غرض سے اپنے طور پر درمیانی راہ نکالی تھی۔ پر یہ زیادتی کرنے والے کو شہ دینے والی بات تھی جس کا یقیناً اسے ادراک نہیں تھا۔ پر عیسیٰ کو تو تھا سو وہ اکڑ گیا۔
''نہیں..... میں اپنا کمرہ نہیں چھوڑوں گا۔ اور نہ ہی امی کے کمرے کو اجاڑنے دوں گا۔ بھائی جان کا روم خالی پڑا ہے۔ یہ چاہیں تو وہاں اسٹڈی روم بنا سکتے ہیں۔''

☆☆☆

''میں نے جاتے ہی راشدہ سے دوٹوک کہا کہ ''دیکھو بھئی..... سب جانتے ہیں کہ میرا عباد لاکھوں میں نہیں بلکہ کروڑوں میں ایک ہے۔ ایسا خوب رو، پڑھا لکھا، مودب، درہم کمانے والا..... میں تو جہاں چاہوں اس کا رشتہ کر دوں۔''
سرخ نگینوں سے جھلملاتے، گہرے نیلے ریشمی جوڑے میں ملبوس، سونے کا جڑاؤ ہار اور کانٹے پہنے، لبوں پر بے تحاشا سرخ رنگ پھیرے بیٹھی شریفہ — ابھی ابھی ہی گوشہ عافیت واپس لوٹی تھیں..... وہ عینا کے ساتھ جا کر آج اپنی خالہ زاد بہن کے ہاں عباد کا رشتہ ڈال آئی تھیں۔ بلکہ ڈال کیا آئی تھیں، اپنی دانست میں عباد اور فرحی کی بات تقریباً پکی کر آئی تھیں اور اس وقت لاؤنج کے صوفے پر بڑے ٹھسے سے براجمان وہاں کی روداد

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UrduNovels.com

جملہ حاضرین کو جڑے زعم سے سنانے میں بے طرح منہمک تھیں۔
عینا کا آج یہیں ٹھہرنے کا ارادہ تھا۔ سو وہ اپنا بچہ مزے سے واثلہ کے حوالے کیے، وہیں صوفے پر نیم دراز ہو کر اپنے نئے نویلے کیمرے والے فون میں مصروف ہو چکی تھی۔
رجا سب کے لیے چائے لے آئی تھی جب کہ عارفہ کہ جن کی صحت لیاقت بیگم کے بعد سے بہت گر سی گئی تھی۔ وہ اپنے لبوں پر ہمیشہ موجود رہنے والی سادہ سی مسکراہٹ کے ساتھ بے نقط بولتی شریفہ بیگم کی جانب متوجہ تھیں۔
''میں نے کہا۔'' وہ رعونت آمیز لہجے میں گویا تھیں۔ ''لوگ تو میرے عباد کے لیے اپنی لڑکیوں کے ساتھ ساتھ نہ صرف بنگلہ، گاڑی بلکہ ہیرے موتی تک دینے کی بات خود آگے بڑھ بڑھ کر اپنے منہ سے کر رہے ہیں مگر بھئی میں ٹھہری خاندانی، وضع دار عورت.....'' انہوں نے بڑے انداز سے اپنے مزید مختصر کروا دیے گئے بالوں میں ہاتھ پھیرا۔
''اسی لیے بھئی مجھے تو یوں منہ پھاڑ پھاڑ کر اپنی بیٹیاں خود پیش کرنے والے لوگ ذرا اچھے نہیں لگتے، اب چاہے وہ بنگلہ دیں، ہیرے یا موتی مجھے تو بھئی اپنے بچے کے لیے ہیرے جیسی خاندانی اور شریف لڑکی چاہیے۔ بس اسی لیے میں فرحی کا ہاتھ مانگنے چلی آئی ہوں۔''
''بہت اچھی بات ہے۔''
''ہیرے جیسی لڑکی'' پر عارفہ کو یاد تو اس سے وہ کوہ نور صورت بڑی شدت سے آئی تھی کہ جسے انہوں نے بے مول گردان کر اس بے دردی اور حقارت سے مسترد کیا تھا کہ پھر وہ واقعی خود کو ''بے مول'' ہی کر گئی۔ مگر وقت کچھ بھی کہنے سننے سے بہت آگے بڑھ گیا تھا، سو وہ اخلاق کے تقاضے نبھاتے ہوئے مسکرا کر بولیں۔
''ہاں تو واقعی ہے ہی اچھی بات۔'' وہ نخوت سے بولیں۔ ''میرے بیٹے میں برائی ہی کیا ہے سوائے ہاں کرتے ہی بنی۔''
''ماشاء اللہ۔'' عارفہ کو واقعتاً قلبی مسرت محسوس ہوئی کہ گوشتہ عافیت پر مسلسل چھائے یاسیت و غم کے بادل چھٹنے کی کوئی کرن جو نظر آئی تھی۔ تب ہی بہت خلوص سے تہنیتی لہجے میں بولیں۔ ''بہت بہت مبارک ہو بھابھی بیگم آپ کو۔''
''ہاں بھئی۔'' خیر مبارک۔'' وہ رجا سے چائے کا کپ لیتے ہوئے ان کی مبارک باد احسان کرنے والے لہجے میں وصولتی ہوئی بولیں۔ ''میں دراصل یہی چاہ رہی تھی کہ واثلہ کے ساتھ ساتھ عباد کی بھی شادی کر ہی دوں۔ تم تو جانتی ہی ہو اپنے جیٹھ صاحب کو..... اک اک روپیہ خرچنے میں ہزار ہزار تو صلواتیں سناتے ہیں۔''
''وا..... واثلہ؟'' گو وہ واقف تھیں کہ ایک نہ ایک روز یہ ضرور ہوگا مگر پھر بھی۔ پھر بھی یک لحظہ وہ کچھ چونک سی گئیں کہ اپنے مختتی لخت جگر کا سادہ سا چہرہ ان کی نگاہوں کے سامنے آ گیا تھا، سو وہ ہکلاہٹ زدہ سے لہجے میں بولیں۔ ''واثلہ کی کہاں کر رہی ہیں؟''
''ارے وہی سہراب.....'' شریفہ چائے کا بڑا گھونٹ بھر کر مزے سے بولیں۔ ''وہ ایک دو دن میں لے کر آ رہا ہے نا اپنی مورے کو.....''
''سہراب؟'' عارفہ یہ نام سن کر ذرا حیران و پریشان سی ہو گئیں کہ وہ تو سمجھ رہی تھیں کہ وری کے نکاح کے روز ہوئے واقعے نے ان کا ارادہ بدل دیا ہوگا کہ بہر حال احتیاط پسندی کا تقاضا یہی تھا مگر.....
''مگر وہ تو.....'' عارفہ اس سے آگے کچھ کہہ ہی نہ سکیں۔ پر شریفہ کی تیوریاں چڑھ گئیں۔
''کیا وہ تو؟''

TheUrduBooks.Com

''اماں بیگم کو وہ لڑکا کچھ بھایا نہیں تھا بھابھی بیگم۔'' معاملہ صرف ان کے ''بیٹے'' کا نہیں۔ بلکہ گھر کی بچی کا تھا، سو وہ ذرا ہمت کر کے رسانیت سے کہہ گئیں۔

''اور پھر اس روز وریٰ کے سر کے ساتھ ہوئی اس کی جھڑپ.....''

''کوئی جھڑپ وڑپ نہیں۔'' وہ ان کے کہنے پر بھڑک کر بات کاٹتے ہوئے بولیں۔

''وہ مردود اپنی خفت چھپانے کو خوامخواہ اس بچے پر الزام دھر رہا تھا۔ میں نے پوچھ لیا تھا اس سے، سب بتا چکا ہے وہ مجھے اور اماں بیگم کی تو رہنے ہی دو..... انہیں تو میں بھی نہیں بھائی تھی تو کیا اب میں خود کو آگ لگا لوں؟''

''نہیں..... نہیں..... بھابھی بیگم! خدانخواستہ میرا وہ مطلب تھوڑی تھا۔'' انہیں شعلہ جوالا کے روپ میں ڈھلتے دیکھ کر عارفہ اپنی جگہ مجرم سی بن گئیں۔ تب ہی جلدی سے وضاحتی لہجے میں بولیں۔ رجا ماں کو اس موضوع پر مزید بولنے سے ٹوکنا چاہتی تھی پر چونکہ اس کی یہ تربیت نہیں تھی سو وہ ایک نظر ان پر ڈال کر، اپنا کپ اٹھا کر خاموشی سے لان کی جانب نکل گئی۔

اور واشلہ.....

واشلہ کا سانس اچانک ہی سینے میں بری طرح اٹکنے لگا تھا۔ وہ بھی رجا کی طرح لان کی طرف نکل جانا چاہتی تھی مگر۔

اچانک اپنی جگہ سے اٹھی، اور بنا کسی کی طرف دیکھے تقریباً بھاگتے ہوئے اوپر جاتی سیڑھیوں کی سمت بڑھ گئی۔ اور اس کے قدموں سے لپٹا بے آواز احتجاج عارفہ نے بہت غور سے دیکھا تھا جب کہ شریفہ..... ان کے پاس جو آنکھیں تھیں۔ وہ صرف دولت کے انبار ہی دیکھ پاتی تھیں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں، سو وہ عارفہ کی وضاحت پر بڑی زور سے گردن مار کر اب عینا کی جانب متوجہ ہو کر کہہ رہی تھیں کہ۔

''ذرا میرے عباد کو تو فون ملا دے..... اسے تو یہ خوش خبری سنا دوں کہ تیرا رشتہ طے کر آئی ہوں۔''

☆☆☆

''اوہ خولہ! تم جاگ گئیں؟''

ابھی تو اس کی وائرل ویڈیو کا قصہ ہی تمام نہ ہوا تھا مستزاد آتش کی تازہ بہ تازہ کتاب کے مواد پر روزانہ سوشل میڈیا پر ہونے والا کوئی نہ کوئی ہنگامہ۔

بی، ذی کہ ان دنوں — اپنا فون ہاتھ میں اٹھانے کے خیال تک سے وحشت ہو گئی تھی۔ سو اس نے وقت گزاری کے لیے آتش کے کتب خانے سے ایک انگریزی ناول اٹھا لیا تھا۔ اور اب وہ انتہائی غیر دل چسپی اور بے دلی سے اس ''وار اینڈ پیس'' نامی بھاری بھرکم اور دقیق ناول کی ورق گردانی کر رہی تھی کہ تب ہی اس نے صوفہ پر گٹھری سی بنی پڑی خولہ کو کسمساتے دیکھا تو جھٹ سے ناول ایک طرف ڈال کر فی الفور اس کی جانب متوجہ ہو گئی۔

دراصل وہ پچھلے دو روز سے مسلسل بخار میں پھنک رہی تھی۔ اتنے شدید بخار میں کہ بار بار گردن ایک طرف ڈال کر گہری غنودگی میں چلی جاتی تھی۔ زیادہ تشویش ناک امر یہ تھا کہ کوئی بھی دوا اس کے بخار کی حدت پر اثر انداز نہ ہو پا رہی تھی۔

''جی میم.....!'' وہ کراہ کر بولی۔ ''پور پور میں اتری اذیت بتا رہی ہے کہ میں واقعی جاگ چکی ہوں۔''

''یہ تو بہت اچھی بات ہے۔'' بی ذی جو نیم دراز تھی۔ کہنیوں پر زور ڈال کر بیٹھتے ہوئے ذرا طمانیت سے بولی۔ ''مجھے بتاؤ کہ تم اب کیسا محسوس کر رہی ہو؟''

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

''ایسا کہ جیسے میں انگاروں پر لیٹی ہوئی ہوں۔'' وہ بے نور نگاہوں سے خلا میں تکتی ہوئی بھید بھرے لہجے میں بولے گئی۔ ''اور آسمان تک بلند ہوتے سرخ آگ کے شعلے مجھے نگلنے کو میری جانب مسلسل لپک رہے ہیں۔''

''توبہ..... توبہ.....'' جلی بھنی سی رضیہ، جو اس کی بیماری کے باعث دہرے تہرے کام نمٹانے پر مجبور تھی اور اسی وقت بی ذی کا ناشتہ ٹرے میں سجائے کمرے میں لا رہی تھی۔ وری کا بی ذی کو دیا جائے والا جواب سن کر بے ساختہ جلبلائی ہوئی بولی۔

''ایسی ڈرامے بازی کی باتیں..... میں بتا رہی ہوں آپ کو میڈم جی..... یہ کوئی بیمار ویمار نہیں..... بس کام سے بچنے کے لیے ناٹک کر رہی ہے۔''

وہ بی ذی کے لیے بستر پر ہی میز سیٹ کرتے ہوئے مسلسل اس کے خلاف بولے چلی جا رہی تھی۔ تب ہی بی ذی نے ناگواری سے ایک دم اسے ٹوک دیا۔

''اوہ یو شٹ آپ پلیز.....'' پھر اسے تنبیہی نگاہوں سے گھورتے ہوئے بولی۔ ''یہ کام چور نہیں..... بلکہ اپنی ساری ڈیوٹیز بہت اچھی طرح سے سرانجام دینے والی لڑکی ہے۔ یہ پچھلے ایک سال سے میری ہیلپر ہے اور اس نے اپنے اس کام میں ایک بار بھی کوتاہی نہیں کی..... آج مجھ میں جتنی بھی امپرووومنٹ ہے، اس کا کریڈٹ کچھ نہ کچھ اسے بھی جاتا ہے سو پلیز، تم اس کے بارے میں ایسی بات مت کرو اور جاؤ، اس کے لیے چائے کے ساتھ کچھ کھانے کو لے آؤ۔ اس کی میڈیسن کا ٹائم ہو گیا ہے۔''

''جی میڈم.....'' رضیہ کو بی ذی کی ''خولہ'' کے لیے اس مدح سرائی نے جی ہی جی میں چراغ پا کر دیا تھا تاہم بظاہر وہ تابع داری سے بولی۔

''ابھی لے کر آتی ہوں۔'' وہ بی ذی کا ناشتا میز پر رکھ چکی تھی، سو کہہ کر مڑی اور حال سے بے حال پڑی وری پر ایک جھلتی ہوئی نگاہ ڈالی۔

(ایک تو میرا اتنا ''چھوٹا'' سا کام بھی نہیں کیا اوپر سے میڈم صاحبہ کی نظر میں ہیروئن بھی بن گئی۔ ناٹک کر کے جتنا آرام کرنا ہے کر لے..... تجھے مزہ تو اب میں چکھاؤں گی)

وہ دل ہی دل میں پکا ارادہ کرتے ہوئے کمرہ عبور کر گئی۔ اور وری..... وہ ایک بار پھر غنودگی میں جا چکی تھی۔

''یہ مجھے ٹھیک نہیں لگ رہی۔'' بی ذی اسے ہاتھ پیر چھوڑے دیکھ کر تشویش زدہ سی سوچ گئی۔

''اسے ڈاکٹر کو دکھانا ہوگا۔''

☆☆☆

''اے ہے، تو پھر کیا ہوا؟''

وہ چائے ختم ہونے کے بعد بھی تا دیر وہیں، اس ڈھابے بیٹھا رہا..... مگر کب تک؟ سو آخر کار پیسے دے کر وہاں سے نکل آیا۔ اور بہت آہستہ روی سے چلتا آگے بڑھنے لگا۔ سرمئی شام کبھی کی ڈھل کر سیاہ ہو چکی تھی۔ دھرتی نے آج اپنا ایک اور سفر مکمل کر لیا تھا اور ایک وہ تھا کہ جو تا حال راستوں ہی میں بھٹک رہا تھا۔ ماضی بعید کے پر پیچ راستوں میں..... اور جسے وہ ''حال'' گماں کر رہا تھا۔ عن قریب ان مناظر نے بھی ماضی ہی بن جانا تھا۔ پر اسی وقت تو اس کے قدم سامنے کی سمت اٹھ رہے تھے اور اس کے تعاقب میں تھا ایک اور ایسا منظر کہ جو اس نے تو کبھی نہیں دیکھا۔ ہاں مگر اس گھر کے در و دیوار نے ہو کر جو اس کا ہوتے ہوئے بھی اب اس کا نہیں رہا تھا۔

اس نے فیروزہ کے کمرے کو اسٹڈی روم بننے نہیں دیا اور نہ اپنا کمرہ چھوڑنے ہی پر آمادہ ہوا سو ہٹ دھرمی

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UrduNovels.com

سے عامر نے شاکر کے کمرے کو اسٹڈی بنانے والی پیش کش بھی رد کردی۔ اور نیز اس کمرے کو اسٹڈی بنا کر کرنا بھی کیا تھا کہ جسے پہلے ''گیسٹ روم'' کا درجہ دیا جاچکا۔ اور یہ درجہ اسے ایسے ہی محض نام رکھنے کو نہیں دے دیا گیا تھا بلکہ اسے بڑے بھرپور طریقے سے تصرف میں لیا جارہا تھا کہ وہاں آئے دن رینا کے گھر سے وارد ہونے والا کوئی نہ کوئی ''مہمان'' بڑے مزے سے ٹھہرا ہوتا تھا۔ کبھی کوئی ہمشیرہ تو کبھی بھانجی، کبھی کوئی تو کبھی کوئی.....

اور آج تو خیر رینا کی سال گرہ تھی سو وہ والدہ ماجدہ سمیت ساری ہی ادھر رونق افروز تھیں۔ پلاؤ، سیخ کباب اور چرغے کی دعوت اڑائی جاچکی تھی۔ ہما کے شاہ خرچ سر تاج کے توسط سے کیک، بطور خاص کلفٹن کی ایک معروف بیکری سے منگوایا تھا۔ جسے تاحال کاٹا یوں نہ جاسکا کہ صاعقہ کا انتظار تھا جو کسی بہت ہی خاص وجہ سے اب تک یہاں نہیں پہنچ سکی تھی مگر اپنے 3210 سے انہیں لینڈ لائن پر کال کر کے جلد پہنچنے کا مژدہ ضرور سنا چکی تھی۔ سو وہ ساری ہی لاؤنج میں ادھر ادھر لڑھکی ہوئی، کچھ تو وقت گزاری کی غرض سے اور کچھ عادتاً لوگوں کو اپنی نیکیاں اندھا دھند بانٹنے میں مصروف تھیں۔ سو رینا نے بھی کہ جس کا دل واقعتاً سلگا ہوا تھا، لگے ہاتھ اپنا تازہ ترین دکھڑا انہیں سنانا شروع کردیا۔ بلا تھکان بولتی رینا نے ذرا دم لینے کو ہاتھ میں موجود سوفٹ ڈرنک کا گھونٹ بھرا اور بس اتنی ہی دیر اسے بغور سنتی نجمہ کو بہت گراں گزاری تھی سو اس نے بڑی بے قراری سے استفسار کیا۔

''ہونا کیا ہے؟'' رینا لب کشا ہو پاتی، اس سے قبل ہما تمسخرے ہنس کر بہت وثوق سے بولی۔ ''اس کے میاں کو بات ماننا پڑی ہوگی اس سر پھرے کی۔

''ہامورے!'' نجمہ نے بے ساختہ افسوس بھرے لہجے میں پوچھا۔ ''کیا واقعی؟'' تب رینا کا چہرہ اہانت سے سرخ پڑ گیا اور وہ سلگتے لہجے میں بولی۔

''ہاں..... ہوا ابھی یہی ہے مگر جلد میں اسے یہاں سے نکلوا دوں گی۔ کیونکہ اب یہ گھر صرف اور صرف میرا اور میرے بچوں کا ہے۔''

اور جس سے وہ اس عزم کا اعادہ اپنی بہنوں کے سامنے کر رہی تھی اس وقت بھی عیسیٰ جیسے دنیا و مافیہا سے غافل صوفی صاحب کی مجلس میں براجمان تھا۔ اور اس کا یہ غیر متوازن رویہ خود اس کے لیے کس قدر تباہ کن ثابت ہونے والا تھا، اس سچائی کا اسے ادراک ہی نہیں تھا۔

☆☆☆

''میرے بچے میرے لعل کیسا ہے تو؟''

''اس وقت تو کیا، اگلے دو دن سب ہی کے فون کرنے کے باوجود عباد نے کسی کی بھی کال وصول نہیں کی تھی بس ''مصروف ہوں۔'' کا پیغام بھیج دیا تھا۔ بہر کیف دو چار روز بعد وہ سب جب رات کا کھانا تناول کر چکے تب ایک بار پھر شریفہ نے عباد کو کال ملانے کا کہا..... اور اس بار واثلہ نے ان کے نمبر سے نہیں بلکہ شریف احمد کے فون سے عباد کو کال ملائی تھی جو انہوں نے دو چار بیل کے بعد اٹھالی۔ اور واثلہ کے ہیلو کرتے ہی شریفہ نے لپک کر اس سے فون چھین لیا۔ اور چھوٹتے ہی اپنے لہجے میں زمانے بھر کا دلار بھر کر ان سے پوچھا تھا۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' وہ شریف احمد کے نمبر سے شریفہ کی آواز سن کر چونکے تاہم سنبھل کر خشک سے لہجے میں جواباً بولے تھے۔

''اتنی یاد آرہی ہے تیری، تو کب آئے گا پاکستان؟''

رجا اب واثلہ کے ساتھ مل کر میز سمیٹ رہی تھی جب کہ عارفہ چائے، قہوہ وغیرہ تیار کرنے کی غرض سے

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

باورچی خانے کا رخ کر چکی تھیں۔ عارف احمد ٹی وی لگا کر بیٹھ گئے تھے جب کہ شریف احمد بجلی کے بلوں کی فائل لیے صوفے پر بیٹھے تھے اور خدا جانے کیا حساب کتاب کر رہے تھے۔ مہرو تو خیر سب سے پہلے میز سے اٹھ کر اپنے کمرے میں جا چکا تھا اور رہا مفتاح تو وہ اب ان سب کے ساتھ نہ ناشتہ ہی کیا کرتا تھا نہ عشائیہ۔ سو وہ بس ابھی ابھی ہی کہیں سے واپس آیا تھا اور گھر میں داخل ہوا ہی تھا کہ اس کی سماعت سے شریفہ کی شیرے میں لتھڑی آواز ٹکرائی

''ابھی تو بہت مشکل ہے۔'' انہوں نے دوسری جانب سے خاصے کھردرے لہجے میں کہا تھا۔ شریفہ دہائی دینے لگیں۔

''ارے تو پھر لعنت بھیج ایسی نوکری پر اور فوراً آ جا یہاں..... میں تو ترس گئی تیری صورت دیکھنے کو.....''

''ترسا تو میں بھی بہت تھا۔'' وہ کہہ کچھ اور رہے تھے پر شریفہ ''کچھ اور'' سمجھ کر انہیں پچکارنے لگیں۔

''ارے بچے تو کس نے کہا ہے ترسنے کو، آ جانا یہاں اور پھر اب تو یوں بھی تجھے آنا ہی پڑے گا۔''

''کیوں؟'' وہ چونکے۔ ''کیوں آنا پڑے گا؟''

''میں نے تیری بات جوفرحی سے پکی کر دی ہے میرے بچے۔'' وہ خوشی سے سرشار لہجے میں انہیں مطلع کرتے ہوئے بولیں۔

''ہوں۔'' وہ یہ خوش خبری سماعت کرنے کے بعد یک لحظہ توقف کے بعد معنی خیز ہنکارا بھرتے ہوئے بولے۔ ''اور بات پکی کرنے سے پہلے آپ نے میری رائے لینا تو درکنار، آپ نے مجھے آگاہ کرنا تک ضروری نہیں سمجھا.....؟''

''آگاہ ہی تو کر رہی ہوں۔'' وہ اپنے زعم میں تھیں، سو ان کے لہجے کا غیر معمولی پن محسوس کیے بنا چہکتے ہوئے بولیں۔

''یعنی آپ کی نظر میں گویا ایسی ہی بے جان شے ہوں میں؟''

''بے جان شے کی کیا بات ہے۔'' وہ خفا سے لہجے میں بولیں۔ ''میں ماں ہوں تیری، اتنا تو مان ہے تجھ پر کہ جانتی ہوں، تو مجھے انکار نہیں کر سکتا۔''

''سنیے!'' ابھی شریفہ اس ضمن میں اور بھی بہت کچھ کہنے کا ارادہ رکھتی تھیں کہ دوسری جانب سے سنائی دینے والی ایک لوچ دار، مترنم سی آواز نے انہیں بے طرح ٹھٹھک کر خاموش ہونے پر مجبور کر دیا۔

''کھانا ٹھنڈا ہو جائے گا۔'' وہ جو کوئی بھی تھی یقیناً عباد سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھی۔ ''پہلے کھا لیجیے، بات بعد میں کر لیجیے گا۔''

''یہ..... یہ..... یہ۔'' شریفہ بوکھلاہٹ زدہ لہجے میں کہتے ہوئے ایک دم چوکس بیٹھیں۔ ''یہ کس کی آواز ہے؟''

''میری بیوی کی!''

جواباً عباد نے نہ تو قف ہی کیا اور نہ ہی ہچکچائے۔ بلکہ پورے سکون اور اعتماد سے شریفہ کی سماعت پر ایٹم بم دے مارا تھا۔

''یہ..... یہ۔'' شریفہ کو چکر آنے لگے۔ ''یہ کیا کہہ رہا ہے تو۔''

''وہی جو آپ نے سنا۔'' وہ بہت اطمینان بھرے لہجے میں بولے۔

''میں یہاں شادی کر چکا ہوں۔''

''نہیں.....'' شریفہ کا دماغ بھک سے اڑ گیا۔ ''یہ نہیں ہو سکتا۔''

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UUNovels.com

''بالکل ہوسکتا ہے مام۔'' وہ اس بار ہنسے تھے۔ بے رحم سی ہنسی۔
''کیوں کہ آپ اگر میری ماں ہیں ناں، میں بھی آپ ہی کا بیٹا ہوں۔''

☆☆☆

''عاشق بنایا، عاشق بنایا آپ نے۔''

وہ نہ جانے کب سے پتلون کی جیبوں میں ہاتھ ڈالے، سر جھکائے یونہی بے مقصد سڑکوں کی خاک چھانے چلا جا رہا تھا اور حقیقت یہ تھی کہ اب وہ اس بے سمت مسافت سے تھک چکا تھا، گھر جانا چاہتا تھا مگر ''گھر؟''

جو لڑائی چند سال قبل وہاں شروع ہوئی تھی، اس نے اسے گھر کہاں رہنے دیا تھا۔ وہ تو ''میدان جنگ'' تھا جہاں ہمہ وقت چوکنا رہنے کی ضرورت یوں بھی کہ کسی بھی سمت سے وار کا خدشہ تھا۔ سو وہ نڈھال سا ہو کر یونہی فٹ پاتھ پر بیٹھ گیا اور سوچنے لگا کہ کیا تھا اگر جو وہ بھی دیگر کی طرح عامر اور رینا کے معاملے میں منافقانہ رویہ اختیار کر لیتا؟

مگر نہیں، منافق تو بزدل ہوتے ہیں اور وہ حق پر ہوتے ہوئے بزدلی کا مظاہرہ کیسے کر سکتا تھا؟ ہرگز نہیں کر سکتا۔ کرنا بھی نہیں چاہیے کہ حق بجانب ہوتے ہوئے مصلحتاً اختیار کی گئی خاموشی باطل کو شہ دینے کے مترادف ہے۔ اور وہ کسی طور اپنے نام کا اندراج باطل کی طاقت کو بڑھاوا دینے کا سبب بننے والوں کی فہرست میں نہیں کروانا چاہتا تھا سو ہمیشہ اس نے وہی کیا کہ جو کرنا چاہیے تھا۔ اس سی روز کہ جس دن وہ اپنی غیرت ''ذرا سی'' کم کر کے خود کو ہزار ہا دشواریوں سے بچا سکتا تھا مگر وہ ان دنوں گھر سے باہر زیادہ تر مسجد میں صوفی صاحب کی سنگت میں وقت گزارا کرتا تھا۔ کمرے والے واقعے کے سبب اس کا دل جیسے سب ہی سے مزید اچاٹ اور دور ہو گیا تھا۔

اسی مطلب پرست و مصالحت پسند دنیا میں وہ مسجد ہی اس کی ''جائے پناہ'' تھی۔ سو وہ زیادہ تر وہیں رہا کرتا اور شب بسری کے لیے واپس گھر لوٹتا تھا مگر اس دن صوفی صاحب کسی سفر پر روانہ ہو رہے تھے اور خود اس کی طبیعت بھی کچھ ناساز تھی سو وہ سہ پہر ہی کو گھر لوٹ آیا۔

یوں تو گھر والے اپنے اپنے کمروں میں تھے مگر اونچی آواز میں بجتے ڈیک نے ایک ہنگامہ سا مچا رکھا تھا۔

یہ کون تھا جو اتنی اونچی آواز میں اس وقت گانے سن رہا تھا؟ اسے تعجب ہوا اور آواز کی صورت سر پر برستے ہتھوڑوں سے پریشانی بھی۔ تب ہی وہ والیوم ذرا کم کرنے کی درخواست کرنے کی غرض سے آواز کے منبع کی جانب بڑھا۔

آواز ''گیسٹ روم'' سے آ رہی تھی!

سو وہ دو چار قدم چل کر دروازے کے نزدیک پہنچا اور اسی پل ایک جی کو متلانے پر مجبور کرتی ناگوار سی بو اس کے نتھنوں سے ٹکرائی۔

''آخر یہ اندر کون ہے؟ اور کر کیا رہا ہے؟'' اس نے تشویش و تناؤ کی ملی جلی سی کیفیت کے زیر اثر دو چار مرتبہ دروازے پر دھیرے سے دستک دی۔ جیسے غالباً سنا ہی نہ جا سکا یا پھر کیف و سرور کے ریلے میں بہتے دانستہ نظر انداز کر دیا گیا، کیا معلوم؟ پر جو بھی تھا۔ چوتھی دستک کے بعد عیسیٰ نے اپنی چھٹی حس کے مسلسل اشاروں کو سمجھتے ہوئے دروازے کی ناب پر ہاتھ رکھا اور..... دوسرے ہی پل چرس وام الخبائث کے نشے میں ڈولتا ایک حسینہ کے ساتھ مصروف سہراب نگاہ کے سامنے تھا۔

''بے غیرت'' اس کی آنکھوں میں خون اتر آیا، اپنے گھر کے تقدس کی اس درجہ پامالی دیکھ کر سو اس نے ہر

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UrduNovels.com

مصلحت بالائے طاق رکھتے ہوئے جھٹ سے اس کا گریبان پکڑ لیا اور تابڑ توڑ مکوں سے اس کی تواضع کرتے ہوئے اسے کمرے سے باہر گھسیٹ لایا۔

''میرے والد نے اس لیے بنایا تھا یہ گھر کہ تیرے جیسے خبیث یہاں آ کر عیاشیاں کریں۔''

''ہائے اللہ۔'' شور شرابا سن کر سوئی جاگی سی رینا اپنے کمرے سے افتاں وخیزاں برآمد ہوئی۔ ''کیا ہوا؟ یہ کیا ہو رہا ہے؟''

''پوچھیں اپنے بے حیا بھانجے سے۔'' اس کے منہ سے سے کف اڑ رہا تھا اور چہرہ اس قدر لہو رنگ تھا کہ رینا سہم گئی۔

''یہ کیا کر رہا تھا اندر اور خیر آپ کیا پوچھیں گی؟'' وہ اچانک چونک کر بولا۔ ''آپ تو یقیناً سب جانتی ہی ہوں گی وگرنہ یہ کسی کو یہاں تک کیسے لے کر آ سکتا تھا؟''

''دیکھو عیسیٰ؟ میری بات سنو۔'' یقیناً پھنسی تو وہ بہت بری تھی سو جلدی سے جوڑ توڑ کرنے کے بعد اسے پچکارتے لہجے میں بولی۔

''کچھ نہیں سننا مجھے۔'' وہ بھڑکا۔ ''آج کے بعد اگر یہ اس گھر میں نظر آیا تو میں اس کی ٹانگیں توڑ دوں گا۔''

☆☆☆

''بی۔ذی کو مطلع کر دو کہ میں آیا ہوں۔''

اک آگ سی تھی کہ جس نے اس کا تن من برسوں سے اپنی لپیٹ میں لے رکھا تھا مگر وہ پھر بھی خاکستر ہو کر نہ دیتا تھا۔

اور کیوں ہو کر نہ دیتا تھا؟

اس کا بڑا بھرپور جواب تین روز قبل اسے آتش کدے میں مل چکا تھا۔ اور کچھ یوں ملا تھا کہ اب وہ ''وہ'' نہیں رہا تھا جیسا کہ ''اس قیامت'' سے پیش تر ہوا کرتا تھا۔ ہاں وہ جس کے مل جانے کی امید کے موہوم سے خیال کا شائبہ تک دم توڑ چکا تھا، اس آس کا معا مجسم سامنے آ جانا گویا ایک طرح کی قیامت ہی تو تھا یا شاید نہیں کہ بروز حشر تو ابن آدم کو اس کے ہر سوال کا جواب مل جانے کی نوید سنائی گئی ہے جب کہ یہاں تو یہ تھا کہ اس کا ہر سوال تا حال تشنہ تھا۔

اور یہی تشنگی اس کی روح کو بے چین کیے ہوئے تھی۔

ہر چند کہ وہ اب دوبارہ کبھی آتش کدے کا رخ نہیں کرنا چاہتا تھا مگر واقعہ کچھ یوں تھا کہ اس کے چاہنے سے آج تک کچھ ہوا تھا جو اب ہو جاتا؟ سو آج گویا کسی مقناطیسی قوت نے اس کے بے سمت اٹھتے قدموں کا رخ آپ ہی آپ آتش کدے کی جانب موڑ دیا تھا۔

اور اس وقت وہ کسی معمول کی طرح آتش کدے کے مہمان خانے میں بیٹھا اس کے لیے پانی لے کر آنے والی رضیہ سے مخاطب ہو کر کہہ رہا تھا۔ بالعموم وہ اسی طرح کسی کے بھی ذریعے اپنی آمد کی اطلاع بی زی تک پہنچا دیا کرتا تھا۔ پھر وہ کچھ دیر بعد اسے کمرے میں طلب کر لیا کرتی یا پھر اب کبھی کبھار باہر بھی آ بیٹھتی۔ مگر آج ان دونوں صورتوں میں سے ''تیسری'' نے ظاہر ہونا تھا۔ تب ہی رضیہ کڑوا سا منہ بنا کر بولی۔

''پر جی وہ تو گھر میں ہیں نہیں۔''

''گھر میں نہیں ہیں؟'' وہ جو پانی کا گھونٹ بھر رہا تھا، چونک کر پوچھا۔

''تو پھر کہاں گئیں؟''

''وہ جو ان کی نوکرانی نہیں ہے۔'' اس نے تلخ لہجے میں چبا چبا کر بتایا۔ ''اسی کو لے کر ڈاکٹر کے پاس گئی

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

ہوئی ہیں۔"

"نوکرانی؟" اس نے ذرا الجھ کر پوچھا۔ "کون نوکرانی؟"

"ارے وہی کم بخت۔" رضیہ کے ہاتھ تو گویا سنہرا موقع لگ گیا تھا اس کی برائی کا سو وہ بے دھڑک شروع ہوگئی۔

"جو ہر وقت میڈم کے ساتھ چپکی ہوئی ہوتی ہے۔ ان کے ساتھ جو مجبوری ہے وہ اللہ توبہ توبہ اپنی جگہ۔" اس نے زور زور سے اپنے گال پیٹے۔ "مگر سچی بات تو یہ ہے کہ اس نے جان بوجھ کر انہیں اپنا محتاج بنا رکھا ہے۔ غسل خانے تک تو وہ لے کر جاتی ہے انہیں۔"

"کک..... کیا ہوا ہے اسے؟" ہاں اس نے دیکھا ہی تھا، بی۔ زی کی ذاتی خدمت گزار کو مگر تب ظاہر ہے کہ وہ نہیں جانتا تھا کہ اس کا "اصل" کیا ہے اور اب جب کہ وہ واقف ہو گیا تھا تو۔

تو یہ تفصیلات جان کرنا جانے کیوں وہ کچھ دیر تو چپ کا چاپ رہ گیا۔ پھر چند ثانیے بعد بدقت تمام خود کو گویائی پر آمادہ کرتے ہوئے بولا تھا۔

"معمولی سا بخار ہو گیا ہے۔" رضیہ نے طنز آمیز، زہر خند سے لہجے میں بتایا۔

"پر وہ تو ایسے ڈرامے کر رہی ہے جیسے کہ موت آنے والی ہو اور میڈم کو دیکھو۔"

"کب تک واپس آنے کا کہہ گئی ہیں؟" اس نے رضیہ کی بات درمیان سے قطع کرتے ہوئے اضطرار سے پوچھا تو رضیہ نے اس بار بہت برا سا منہ بنا کر اسے دیکھا۔ پھر کٹ کھنے سے لہجے میں بولی۔

"مجھے کچھ نہیں پتا کہ وہ کب واپس آئیں گی کب نہیں۔ آپ اگر یہاں بیٹھ کر ان کا انتظار کرنا چاہتے ہیں تو کر لیں۔ اونہہ۔"

وہ کہہ کر ناگوار انداز سے گردن جھٹکتے ہوئے چلتی بنی۔

اور وہ۔

اس نے یہیں بیٹھ کر بی۔ زی یا شاید وری کی واپسی کا انتظار کرنے کا ارادہ کر لیا تھا۔

☆☆☆

"تو آج آپ نے بتا دیا اپنے گھر پر؟"

شریفہ سے بات کے بعد تو کیا کھانا اور کہاں کا کھانا..... وہ فون رکھ کر پہروں گم صم رہے اور اس نے عباد کی کیفیت محسوس کرتے ہوئے انہیں یوں ہی رہنے دیا۔ کہ بھلے وہ رشتہ ازدواج میں محض ہفتہ بھر پہلے ہی بندھے ہوں، مگر مزاج آشنا تھی۔ عباد سے چار برس بڑی میمونہ مرزا ..... دفتر میں ان کی معاون تھی۔ وہ فربہی مائل، گہری سانولی مگر گول پرکشش چہرے والی اڑتیس کے ہندسے کو چھوتی مہربان، دل کش مسکراہٹ والی لڑکی یا عورت دس برس قبل شمالی ہند سے رخصت ہو کر یہاں آئی تھی۔ شوہر اس کا یہاں ایک مارٹ میں ملازم تھا مگر خواب اس کے بڑے تھے۔ سو وہ موقع ملتے ہی پہلی فرصت میں یورپ سدھارا۔

وہ واپس گھر جانا چاہتی تھی پر اس کا حکم تھا کہ وہ معاشی طور پر اس کا ساتھ دینے کے لیے یہیں رہ کر نوکری کرے۔ تاکہ وہ دونوں جلد از جلد یورپ میں ایک بہتر زندگی کی شروعات کر سکیں۔ وہ فطری طور پر سادہ اور فرماں بردار تھی۔ سو مجازی خدا کا حکم بجالائی اور اپنی جوانی کے سنہری سال محنت کی بھٹی میں اس امید پر جھونک دیے کہ ایک نہ ایک دن اسے منزل ملے گی۔

منزل تو کیا ملتی البتہ ایک روز ڈاک سے اسے طلاق نامہ بمعہ خط ضرور مل گیا۔ خط میں روایتی مجبوریوں کا

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UUNovels.com

ذکر تھا اور گرین کارڈ کے حصول کے لیے وہیں شادی کرنے کی اطلاع بھی۔ وہی دن تھے کہ جب عباد اس کے دفتر میں نیا نیا تعینات ہوا تھا۔ دل اور پندار کا ٹوٹ کر پاش پاش ہو جانا اپنی جگہ مگر وہ اپنی روزی کو لات نہیں مار سکتی تھی سو دفتر میں اپنے نجی حالات کے سبب غلطیوں پر غلطیاں کرتی رہی۔ اور یقیناً وہ بھی اپنے نجی حالات ہی کے باعث دیگر افسران کے برعکس اسے رعایت پر رعایت دیے گئے۔ وہ وقت اس کے لیے کڑا تھا جو عباد کی مہربانی کے باعث نسبتاً آسانی سے گزر گیا۔

وہ ان کی احسان مند تھی۔ ان کے مابین روزانہ کے ساتھ کے سبب ایک دوستانہ فضا کے علاوہ احترام کا رشتہ بھی قائم ہو چکا تھا۔

اور ان دنوں وریٰ کے اس بھری دنیا میں کہیں ''گم'' ہو جانے کی خبر انہیں ملی اور اس خبر نے انہیں اس بری طرح توڑا تھا کہ وہ بیمار پڑ گئے۔ دنوں آفس سے غیر حاضر رہے۔ نوکری کا برقرار رینا یا نہ رہنا ان کے لیے کوئی مسئلہ نہ تھا سو دفتر اطلاع بھی نہ کی۔ تب ایک روز میمونہ گھبرا کر ان کے چھوٹے سے فلیٹ پر چلی آئی۔ اور تب جا کر اسے صورت حال کا علم ہوا۔ قصہ مختصر اسے احسان چکانے کا اچھا موقع ملا تھا۔ سو وہ اس موقعے سے فائدہ اٹھائے گئی مگر اس کے باوجود اس سے ''آگے'' اس نے کچھ نہیں سوچا تھا۔ ذہن گیا ہی نہیں اور پھر ایک روز بہت اچانک بالکل ہی غیر متوقع طور پر عباد نے اس سے سوال پوچھا تھا۔

''کیا آپ مجھ سے شادی کریں گی؟''

تب وہ ہکا بکا رہ گئی۔ حیرت و تعجب جب کم ہوا تو وہ سوچ میں پڑ گئی۔ مگر خود آگاہ تھی سو پس و پیش سے کام لیا۔ مگر عباد نے تو جیسے ضد ہی پکڑ لی تھی۔ سو کئی مراحل کے بعد بالآخر اب وہ ان کے نکاح میں تھی۔

اور آج وہ اس کے بارے میں شریفہ کو آگاہ کر چکے تھے۔

''جی!'' عباد جو سر جھکائے کسی گہری سوچ میں مستغرق تھے اس کی لوچ دار آواز پر سر اٹھا کر اس کا مسخ چہرہ دیکھا۔

''بتا دیا!''

''کچھ کہہ رہی تھیں؟'' اس کی چمک دار آنکھوں سے روایتی خوف مترشح تھا۔ جسے دیکھ کر وہ اٹھے اور بہت متانت سے اس کا دایاں گال تھپتھپا کر بولے۔

''وہ کچھ بھی کہیں، اب آپ میری بیوی ہیں۔ سو ہر خدشہ دل سے نکال دیں۔''

☆☆☆

''یہ کیا سن رہا ہوں میں؟ تم نے چرس پینا شروع کر دی ہے؟''

اس کا تنفس تیز ہو گیا تھا، سو وہ یک دم ہی فٹ پاتھ سے اٹھا اور خالی رفتار سے چل دیا..... اور اس بار اس کا رخ پورے اعتماد سے گھر ہی کی جانب تھا کہ اسے ابھی ابھی ہی ادراک ہوا تھا کہ وہ اس جنگ کو یونہی نہیں چھوڑ سکتا تھا کہ چھوڑ دینے کا مطلب ہر اس الزام کا اقرار تھا کہ جو آج تک اس پر لگائے جاتے رہے تھے۔ قصوروار بلکہ گناہ گار بھانجا تھا، مگر رینا نے اسے بالفاظ دیگر خود کو بچانے کے لیے اس خوبی سے کہانی گھڑی کہ ہمیشہ کی طرح اسے کٹہرے میں کھڑا کر دیا گیا اور یوں اس وقت شاکر جو عموماً بہت حلاوت اور شائستگی سے بہت محتاط الفاظ میں گفتگو کیا کرتے تھے محاورتاً نہیں بلکہ حقیقتاً اس پر گرج رہے تھے۔

''میں نے؟'' وہ یہ سن کر ششدر رہ گیا۔ ''یہ کس نے بتایا آپ کو؟''

''عامر ہی نے بہت پریشانی سے بتایا ہے۔'' وہ بگڑ کر بولے۔ ''اور کون بتائے گا؟ والدین کے گزر جانے کا

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com

یہ مطلب نہیں کہ تم جو چاہے وہ روش اختیار کرلو۔"

"آپ میری وضاحت سنیں گے یا فیصلہ کر چکے ہیں؟" اس نے ان کے الفاظ پر بے تاثر لہجے میں پوچھا تو وہ سخت خفا ہو گئے۔

"بڑے بھائی سے بدتمیزی کرو گے؟"

"بدتمیزی نہیں، صرف سوال کر رہا ہوں کہ کیا صفائی کی گنجائش ہے یا آپ مجھ پر لگائے گئے اس گھناؤنے الزام پر یقین کر چکے ہیں؟"

"میری بات ایک طرف رکھو اور اپنی بتاؤ۔" وہ بولے۔ "کیا صفائی دینا چاہتے ہو؟"

"دیکھیے بھائی جان۔" ان کے پوچھنے پر وہ چند ثانیے توقف کے بعد ایک گہری سانس لے کر گویا بڑے بھائی کے روبرو مناسب ترین الفاظ کا چناؤ کر کے کہنا شروع ہوا۔ "بات دراصل کچھ یہ ہوئی کہ۔"

"حد ہوتی ہے کسی بات کی۔" عیسیٰ کی زبانی سہراب والا واقعہ سماعت کر کے ہی وہ سخت برہمی سے بولے۔

"یہ تم دونوں آپس میں کیا بلیم گیم کھیل رہے ہو۔ ماں باپ کی عزت ہی کا خیال کرلو۔ میرے بھی فیملی پرابلم ہیں۔ مجھے مت پریشان کرو۔ اور تم نے اب تک یونیورسٹی میں داخلہ کیوں نہیں لیا؟ کن چکروں میں پڑ گئے گھریلو سیاست سے باہر نکلو، کیریئر بناؤ۔ ادھر ادھر دھیان مت دو۔"

انہوں نے ترشی سے ساری کی ساری اچھی اچھی روایتی نصائح کے دفتر کھول کر فون بند کر دیا تھا۔

تب عیسیٰ نے بھی بہت آہستگی سے چونگا واپس رکھا اور عین اسی لمحے اس نے اچھی طرح یہ جان لیا تھا کہ یہ واقعی صرف اور صرف اس کی جنگ تھی۔ اور اسے اس نے تن تنہا ہی لڑنا تھا۔

☆☆☆

"ہائے میں یہاں اس کے لیے ہیرے تلاشتی رہ گئی اور وہ وہاں خود سے بڑی کالی بھجنگ سے بیاہ رچا کر بیٹھ گیا۔ ہائے۔"

شریفہ یہ اطلاع پا کر غش پہ غش کھانے کے بعد اب سر پر ہاتھ رکھے روئے چلی جاتی تھیں۔ یہ کیا ہوا، کیوں ہوا، کیسے ہوا، انہیں تو یقین ہی نہیں آ رہا تھا کہ زندگی کی بساط پر اب تک انہوں نے صرف شہ ہی شہ دیکھی تھی۔ یہ پہلی مات تھی اور ایسی بھرپور مات تھی کہ دل کو کسی طور قرار آ ہی نہیں پا رہا تھا۔

"ہائے اسے فون تو کریں۔ پوچھیں تو سہی کہ آخر ایسی کیا افتاد آن پڑی تھی جو اس کالے کوے سے ہاتھ سیاہ کر بیٹھا۔"

وہ اپنے بستر پر لوٹنیاں کھاتی ہوئی، سامنے صوفے پر بہت چپ اور خاموش سے بیٹھے شریف احمد سے مخاطب ہو کر کہہ رہی تھیں۔ پر اس سوال کا جواب ان کے پاس نہیں۔ بلکہ کمرے کے داخلی دروازے کے سامنے، سینے پر ہاتھ باندھے چہرے پر طیش آمیز زخمی مسکراہٹ لیے کھڑے مفتاح کے پاس تھا۔ سو وہ بہت چبا چبا کر جتاتے لہجے میں بولا۔

"ہیرا تو ان سے آپ نے چھین لیا تھا مام! سو اب یہی ان کا مقدر تھا۔"

"دیکھ رہے ہیں۔ دیکھ رہے ہیں آپ۔" وہ بلبلا کر شریف احمد کے سامنے فریادی ہوئیں۔ "بدبخت کیسا تاک تاک کر طنز مار رہا ہے مجھے۔ دل پھٹ رہا ہے میرا۔ اسے ذرا احساس نہیں۔"

"آپ کا بیٹا ہوں نا۔" وہ اداسی سے ہنسا۔ "سو مجھے کسی کے دل کا احساس کہاں ہو سکتا ہے۔"

"نکل....." اچانک ہی شریف نے پاس پڑا تکیہ بڑے غصے سے اس کی جانب اچھالا۔ "دفع ہو جا یہاں سے۔ دو بول دلاسے کے تو بولے نہیں جا رہے بے غیرت سے۔ الٹا یہاں کھڑا میرے زخموں پر نمک چھڑک رہا

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UrduNovels.com

ہے۔"
"نمک نہیں چھڑک رہا۔" وہ پاس آ گرنے والے تکیے کو ٹھوکر مارتے ہوئے بولا۔ "آپ کو احساس دلانے کی کوشش کر رہا ہوں کہ کیا کر چکی ہیں آپ؟"
"کیا؟" وہ بپھر گئیں۔ "کیا کیا ہے میں نے؟"
"جب آپ کو یہی نہیں پتا کہ کیا کیا ہے آپ نے تو بس پھر رہنے ہی دیں۔"
"نہیں اب بتانا مجھے۔" وہ دیوانگی سے چیخیں۔ "بول، کیا کیا ہے میں نے؟ ارے اگر اپنے بچوں کا بھلا چاہا تو کیا غلط کر دیا؟"
"اپنے بچوں کی بھلائی کی خاطر دوسروں کی اولاد کا برا نہیں کرتے مام۔" وہ بہت معمولی سے لہجے میں بولا تھا۔ شریفہ آپے سے باہر ہو گئیں۔
"اپنی دادی بیگم کی زبان بولتا ہے بے غیرت۔" وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر مفتاح کو باقاعدہ دھکے دے کر کمرے سے نکالتے ہوئے بولیں۔ "نکل..... چلا جا یہاں سے..... تو بھی دفع ہو جا نہیں چاہیے مجھے ایسی بے شرم اولاد جسے ماں ہی کا احساس نہیں۔"
اور مفتاح، جس کے پاس انہیں کہنے کے لیے ابھی بہت کچھ تھا۔ ضبط کرتے ہوئے کمرے سے نکل گیا۔
"بھاڑ میں جاؤ، مر جاؤ سارے۔ چھوڑ دو مجھے میرے حال پر، میں تو ہوں ہی بری۔ ہاں ہاں بہت بری۔"
وہ اب وہیں کھڑی زور زور سے چلا رہی تھیں اور ان کی آواز پورے گوشۂ عافیت میں گونجتی تھی۔
جب کہ شریف احمد وہ اب بھی اسی زاویے سے گم صم بیٹھے تھے۔

☆☆☆

"اب کیسی طبیعت ہے اس کی؟"
وہ آتش کدے میں ان کا منتظر بیٹھا رہا، یہاں تک کہ دھوپ دیواروں پر چڑھتے چڑھتے معدوم ہو گئی۔
تب بی۔ ذی تو نہیں مگر اس کا فون آیا۔ وہ رضیہ کو اسپتال طلب کر رہی تھی کہ کوئی تو ہو جو "خولہ" کے ساتھ اسپتال میں رہ سکے کہ اس کے بخار کی تبدریج بگڑتی صورت حال نے ڈاکٹر کو اسے داخل کر لینے کا فیصلہ کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔ اور بی ذی خواہ کتنی بھی فعال کیوں نہ ہو گئی ہو، اس کی ہمت اب جواب دے رہی تھی کہ وہ تو خود بڑی حد تک اس پر انحصار کرتی تھی تو اس کی تیمارداری بھلا کیسے کر سکتی تھی۔ سو اسے کسی مددگار کی ضرورت تھی۔
لہٰذا اس نے رضیہ سے اس ضمن میں مدد چاہی۔ وہ تو پہلے ہی یہاں خود پر "خولہ" کی بیماری کے سبب پڑ جانے والے زائد کاموں کے سبب بھری بیٹھی تھی اور پھر معاملہ بھی اس کا تھا کہ جس سے اسے اب ذاتی پرخاش بلکہ دشمنی ہو چکی تھی سو اس نے تو اپنے بچوں کا بہانا کر کے فوراً سے پیش تر انکار کر دیا اور جھٹ پٹ آتش کدے سے روانگی کی تیاری پکڑ کر جاتے جاتے عیسیٰ کو بھی اسی بابت اطلاع دے گئی کہ ان کی واپسی تو اب مشکل ہے چنانچہ وہ اپنی راہ لے۔
اور اپنی راہ لینا کیا اسی قدر سہل تھا؟
نہیں ہرگز نہیں۔ سو وہ لمحوں میں ایک فیصلہ کرتے ہوئے۔ وہیں سے بی۔ ذی کو فون کر کے اسپتال کی تفصیلات لینے کے بعد کچھ ہی دیر میں وہاں پہنچ چکا تھا۔
"وہ ٹھیک نہیں ہے شرر۔" وری کو احتیاط کے پیش نظر انتہائی نگہداشت کے وارڈ میں رکھا گیا تھا۔ اور وہ دونوں اس وقت وارڈ سے ملحقہ انتظار گاہ میں آمنے سامنے موجود تھے۔ بی ذی کے ستے ہوئے چہرے پر بے

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com
UrduNovels.com

اندازہ تھکاوٹ اور ''کچھ کھو دینے'' کے احساس کا خوف رقم تھا۔
اور وہ پریشان سے لہجے میں جواباً اسے بتا رہی تھی۔
''اس کا ٹمپریچر کم نہیں ہو رہا۔ ڈاکٹرز کے مطابق یہ تشویش ناک بات ہے۔ اس کے مختلف ٹیسٹ کیے جا چکے ہیں۔ رپورٹس کل تک آنے کی امید ہے۔ رپورٹس دیکھ کر ہی ڈاکٹر صحیح طرح سے بتا پائے گا کہ دراصل اسے ہوا کیا ہے؟''
اور وہ شاید رپورٹس دیکھے بنا بھی اندازہ کر چکا تھا کہ درحقیقت اسے ہوا کیا ہے؟ تب ہی بے کل سے لہجے میں معاً سوال کیا۔
''وہ پہلے کبھی اس طرح سے بیمار پڑی ہے؟''
''وہ اس حادثے کے سبب کافی عرصہ بیمار رہی تو ہے۔'' بی ذی پر سوچ سے لہجے میں بولی تو وہ بے طرح چونکا۔
''حادثے کے سبب؟'' اس نے پوچھا۔ ''کون سے حادثے کی بات کر رہی ہو؟''
''کچھ عرصے پہلے کی بات ہے۔'' اسے ''شرر'' پر بھروسا تھا سو وہ یک لحظہ توقف کے بعد دھیرے دھیرے اسے بتائے گئی کہ کن حالات میں وہ اسے ملی تھی اور پھر بعد ازاں کن محرکات کی بنا پر اسے یہیں رکھ لیا گیا اور پھر اب..... اب تو خیر بات ہی دوسری ہو گئی تھی کہ اس کی بے لوث خدمت گزاری بی۔ ذی کے دل میں اس کا ایک علیحدہ مقام بنا چکی تھی۔
''کیا تمہیں کبھی اس کا ماضی جاننے کا خیال نہیں آیا؟'' وہ چپ ہوئی تو بہت دیر بعد وہ یوں بولا گویا کہیں بہت دور کھڑا خود کو بولتے سن رہا ہو۔
''سچ کہوں تو نہیں۔'' وہ برملا بولی۔ ''اور پھر اس کا ماضی جان کر مجھے کرنا بھی کیا تھا؟ میری حالت تم دیکھ ہی رہے ہو۔ وہ فیم، وہ اسٹارڈم وہ فین فالوونگ سب مجھے چھوڑ کر جا چکے۔ بس اب تو یہی میری ساتھی ہے یا پھر تم..... تم میرے ساتھی ہو نا شرر؟''
اس کے استفسار میں سوال سے بڑھ کر کوئی احساس تھا۔ جسے وہ فی الوقت سمجھ ہی نہ سکا کہ ذہن تو اندر بیڈ نمبر چار کی مریضہ کی جانب لگا تھا۔ تب ہی سادگی سے بولا۔
''ہاں بی۔ ذی ہم ساتھ ہیں۔ اب تم گھر جا کر آرام کرو، میں ہوں یہاں۔''
''اس کا خیال رکھنا شرر.....'' وہ جانا نہیں چاہتی تھی مگر جانے پر مجبور تھی سو افسردگی سے بولی۔ ''یہ ساری ساری رات سجدے میں گری روتی رہتی تھی۔ کوئی غم لگا ہے اسے..... مجھے پوچھ لینا چاہیے تھا۔ شاید کچھ کہہ سن لینے سے اس کا دل ہلکا ہو جاتا اور آج وہ یوں بے حال نہ پڑی ہوتی۔ خیر اب جب وہ واپس گھر آئے گی تو میں اس سے ضرور پوچھوں گی۔''
ایک ارادہ وہ کر رہی تھی اور ایک تقدیر.....
اور یہ بتانے کی حاجت تو نہیں کہ کس کا ارادہ پورا ہونا تھا۔!!
(باقی آئندہ ماہ ان شاء اللہ)
☆☆

TheUrduBooks.Com
TheUrduBooks.Com